نئی صدی میں ہماری ترجیحات

ڈاکٹر سید عبدالباری ○

مغرب نے گذشتہ ۲۰۰ سالوں میں مادہ پرستی کے بے تحاشا فروغ، مشینی کلچر کی ترویج اور آسایش حیات اور انسان کی مادی ضروریات میں روز افزوں اضافے کے ذریعے اسراف پرستی (consumerism) اور افادیت پرستی (utilitarianism) کا جو جنون پیدا کیا، اس کے جو تلخ نتائج سامنے آئے، ارضی و سماوی ماحول جس طرح برباد ہوا، معاشرہ جس طرح زہر آلود ہوا اور لاحاصل ایجادات و اکتشافات جس طرح زمین پر بوجھ اور انسانی تمدن کے لیے ایک عذاب بن کر منظرعام پر آئیں، ایک بااصول امت اس کو سامنے رکھ کر اپنی مستقبل کی منصوبہ سازی کرے تو بہتر ہے۔ اب مغرب نئی صدی میں کچھ نئے شعبدوں، انسانی بہبود کے کچھ نئے بے فیض منصوبوں اور انسانی معاشرے اور انسانی شخصیت کو نئے فریب میں مبتلا کرنے والی تجویزوں کے ساتھ سامنے آ رہا ہے تاکہ مشرق کے اندر جو اخلاقی بیداری پیدا ہو رہی ہے اور اپنی شناخت اور اپنے افکار و عقائد کے فروغ کے لیے مرمٹنے والی جس فدائیت سے وہ سرشار ہو رہا ہے، اس کو دوسرے رخ کی طرف موڑا جا سکے۔ ہزار حیف اگر مسلم دانش ور بھی ان طلسمات کے اسیر ہو جائیں اور مشرق وسطیٰ سے وسط ایشیا اور وسط ایشیا سے افریقہ تک جو فکر تازہ اور ولولہ نو اسلام کی نشات ثانیہ اور اعلاے کلمۃ اللّٰہ کے لیے پیدا ہو رہا ہے اور جسے مغرب دہشت گردی، ماضی کی طرف رجعت قہقہری، اور جدید دور کے تقاضوں سے روگردانی اور قابل نفرت رجحان قرار دے کر دنیا کی کمزور قوموں کو گمراہ کر رہا ہے، اسے ترک کر کے خود مغرب کے راگ میں راگ ملانے لگیں۔

تعجب ہے کہ کچھ لوگ، معلومات و اطلاعات کے ذرائع میں جو غیر معمولی ترقی ہوئی ہے، اسے انسانی اقدار اور انسانی تمدن کے فروغ کا ایک وسیلہ اور ذریعہ سمجھنے کے بجائے، ایک فلسفہ حیات، نظریہ ساز اور مقصود بالذات شے قرار دے رہے ہیں اور اس کی چکاچوند سے اس قدر مرعوب ہیں کہ اسے جدید تہذیب

○ پروفیسر (ر)، اودھ یونی ورسٹی، بھارت

اور نئے دور کا محور تصور کرنے لگے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس سوال پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے کہ ان جدید وسائل کے ذریعے ہم جو کچھ حاصل کریں گے اس سے ہمارے روحانی و اخلاقی نظام میں کیا جوہری تبدیلی پیدا ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ جدید ترین وسائل حیات اور وسائل جنگ میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے ٹیپو سلطان کے بعد سے مشرق مغرب سے مسلسل شکستوں کا سامنا کرتا رہا ہے لیکن ذرا گہرائی سے سوچیے تو اندازہ ہوگا کہ اس کی پشت پر ہمارا اخلاقی زوال اور تشتت و افتراق سب سے زیادہ مہلک ثابت ہوا ہے۔ کیا ذرائع ابلاغ ہماری اس دیرینہ بیماری کا بھی علاج کر سکیں گے' اور کیا وہ ادارے جو اس بیماری کو دور کرنے کے مشتاق ہیں' ذرائع ابلاغ اور تکنیکی مہارت میں فروغ کو اپنی ترجیحات میں سرفہرست رکھ کر زیادہ سرخرو ہو سکیں گے؟

علم جہاں کامرانی' اقتدار' قیادت اور تہذیبی سربلندی کا ذریعہ اور طاقت کی کنجی ہے وہیں تہذیب نفس کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ تہذیب و ضبط نفس سے انسان دنیا میں بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے۔ بدقسمتی سے مغرب میں مدت دراز سے علم کے ارتقا کا تعلق انسانی شخصیت کی بہبود اور انسان کے اخلاقی وجود کے استحکام سے برقرار نہیں رہ سکا۔ اس نے انسان کے اخلاقی وجود کو نظرانداز کر کے علم کو محض طاقت کے حصول اور آسایش حیات کی فراہمی کا وسیلہ قرار دیا۔ چنانچہ معاشرے کی فلاح و بہبود کا محض مادی پہلو مدنظر رہ گیا اور حقیقی انسانی بہبود سے محروم معاشرے وجود میں آئے جس میں "کھاؤ پیو' عیش کرو" کی نفسیات کارفرما رہی۔ مغرب میں حقوق انسانی اور عدل و انصاف کی باتیں بڑی حد تک سیاسی حکمت عملی اور پروپیگنڈے کی حیثیت رکھتی رہی ہیں۔ حقوق انسانی اور جمہوریت و آزادی کا نعرہ بلند کرنے والے ایشیا اور افریقہ میں ڈکٹیٹروں' بادشاہوں اور فوجی ظلم و جبر کے بل پر انتخابات کا ڈراما کرنے اور کامیابی حاصل کرنے اور اپنے نظریاتی حریفوں کو صفحہ ہستی سے ختم کرنے والے حکمرانوں کی پشت پناہی مسلسل اور کھلے عام کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ مغرب کا سارا علمی ارتقا مشرق کے لیے سوالیہ نشان بن گیا ہے۔

مغرب سے آنے والے جدید علوم اور ثقافتی تصورات مشرق کے لیے من و عن قبول کرنے کے لائق نہیں۔ ان میں خود کو سمو کر مشرق نہ تو کسی اچھے معاشرے کی تشکیل میں کامیاب ہو سکے گا اور نہ فرد کا ارتقا صحت مندانہ انداز سے ہو سکے گا۔ البتہ علوم کے بجائے مغرب کی معلومات و اکتشافات و ایجادات سے ضرور مستفید ہونے کی ضرورت ہے۔ مغرب کے پاس معلومات کا ڈھیر تو ہے اور وہ فارمولے بھی ہیں جن کے ذریعے کائنات کی توانائیوں سے ہزارہا کام لیے جا سکتے ہیں مگر وہ اصول و نظریات نہیں ہیں جو ان معلومات کو سلیقہ مندی سے استعمال کے لیے روشنی عطا کر سکیں۔ سائنسی ٹکنالوجی' بایو ٹکنالوجی' ماحولیات اور ذرائع ابلاغ کے امور میں حیرت انگیز انکشافات اور اکتسابات کے باوجود مغرب اپنے افراد اور اپنے

معاشروں کی تاریک زندگیوں کو روشنی مہیا کرنے سے محروم و معذور ہے۔ بدقسمتی سے دنیا کے ہر ملک اور ہر معاشرے میں مغرب کے پیدا کیے ہوئے اس جنون کے اثرات پائے جاتے ہیں کہ یہ علم کے زمین سے ابل پڑنے اور آسمان سے پھٹ پڑنے کی صدی ہے اور اس انفجار علم (explosion of knowledge) سے فیض یاب ہونے میں جو پیچھے رہ گیا وہ دنیا کا سب سے ناکارہ' بدقسمت اور برباد انسان اور معاشرہ ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ مغرب کون سے نئے علوم کی تخلیق کر رہا ہے اور ان علوم سے کس طرح کے افراد اور معاشروں کی صورت گری ہو رہی ہے؟ یہ علوم محض انسان کی جیسی تیسی معلومات کو برق رفتاری سے پلک جھپکتے زمین کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پہنچانے کی صلاحیت' اس کی جسمانی توانائیوں اور قوت کارکردگی میں اضافہ اور اس کی معلومات کو محفوظ و مامون رکھنے کے قابل اعتماد وسائل پر قدرت کی حد تک محدود ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے ہم علوم عالیہ میں شمار ہی نہیں کرسکتے۔ حضرت سلیمانؑ کے دربار کے ایک صاحب علم نے پلک جھپکتے ملکہ سبا کا تخت ہزاروں میل کی دوری سے ان کے دربار میں لاکر پہنچا دیا تھا اور وہ پرندوں کے ذریعے وہ معلومات حاصل کر لیتے تھے جنھیں آج سائنس کے پیچیدہ آلات مہیا نہیں کر سکتے۔ مگر ان مادی کرشموں سے زیادہ جس چیز نے ان عالی مرتبت پیغمبروں کو تاریخ میں یادگار مقام عطا کیا وہ دراصل اس علم کی وجہ سے تھا جو انسان کی اخلاقی رفعت' ضبط نفس اور ارتقاے روح کے سلسلے میں انھیں حاصل ہوا تھا۔ یہ بات ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ صحیح علم جو مستحکم عقائد و ایمانیات پر استوار ہے تغیرو تبدل سے ہمکنار نہیں ہوتا۔ ہماری قدریں لازوال و ناقابل تغیر ہیں۔ تغیرو تبدل وسائل حیات اور انسان کے مادی ماحول میں ہوتا رہتا ہے لیکن اس کی وجہ سے مرد مومن کے بنیادی اصول و نظریات نہیں تبدیل ہوتے۔ وہ علم کے جن پیغمبرانہ سرچشموں سے سیراب ہوتا رہا ہے وہ کبھی خشک نہیں ہوتے اور نہ کبھی اپنا رخ تبدیل کرتے ہیں۔

نئی ٹکنالوجی سے انسان کے صدہا سال کے علمی و فکری تسلسل میں کوئی جوہری تبدیلی رونما نہیں ہوئی ہے۔ آج بھی انسان کے طرز رہایش میں طرح طرح کی ندرتوں اور روزگار کے نئے نئے امکانات کے باوجود سماجی رشتوں کی استواری اور بہتری کا انحصار ان اقدار پر ہے جو قدیم علوم کی پروردہ ہیں۔ وہ علوم جن کا سلسلہ عالی مرتبت پیغمبروں سے جا کر ملتا ہے' جدید علوم نے ان میں کوئی خاص اضافہ نہیں کیا ہے۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ اقدار کا رشتہ انسانی زندگی سے ٹوٹ گیا ہے۔ کیونکہ مادیت کی کشاکش اس کی اجازت نہیں دیتی کہ انسان اپنی ذات کی طرف توجہ کرے' نتیجتاً وہ اپنی ٹوٹی بکھری شخصیت کو لے کر جدید تمدن کے خوشنما اور طاقت ور پروں کے سہارے کبھی بلندیوں پر پرواز کرتا اور کبھی پستیوں پر آکر قدم ٹیک دیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مختلف ذوق و ذہانت اور الگ الگ شعبہ جات میں کام کرنے والوں کے درمیان خبررسانی کے لیے جدید ترین آلات کی مدد سے تبادلہ معلومات کے سلسلے میں ضروری آسانیاں مہیا ہو جاتی ہیں لیکن یہ توقع رکھنا کہ اس سے انسانی رشتے مستحکم

ہو سکیں گے اور آپس میں ربط و ارتباط اور باہمی تعاون کے جذبات فروغ پذیر ہوں گے' لاحاصل ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس سے علمی و تحقیقی کاموں کے لیے بے پناہ سہولت پیدا ہو جائے گی' مگر یہ کہ اس سے انسان کی قوت تخلیق و اختراع میں اضافہ ہو جائے گا' محض خوش فہمی ہے۔

بصیرت و دور اندیشی انسان یا کسی معاشرے کے افراد میں معلومات کے صحیح ضابطوں' ذرائع معلومات کی اعلیٰ تکنیک' طرز رہایش میں ہونے والی ایجادات اور ترسیل علم کے جدید ترین ذرائع اختیار کرنے سے شاید فروغ پذیر نہ ہو سکے۔ بصیرت و دور اندیشی کا تعلق جتنا خارجی دنیا سے ہے اس سے زیادہ انسان کی داخلی دنیا سے ہے جس میں نور و سرور پختہ ایمان و یقین اور نوع انسانی کے لیے اس کشادہ دلی سے پیدا ہوتا ہے جو خدا پر پختہ یقین اور آخرت پر بھروسے سے وجود پذیر ہوتی ہے۔ اعلاے کلمۃ اللہ ایک مومن کا مقصود و منتہا ہے۔ اس کے لیے اور انسانیت کے زریں اصولوں پر مبنی معاشرے کی تشکیل و ترویج کے لیے ذرائع معلومات اور رسل و رسائل کے میدان میں فروغ سے بے شک بہت سی سہولتیں اور آسایشیں پیدا ہوں گی مگر موجودہ اسلامی ادارے اور تحریکات اس پر اپنی ساری طاقت جھونک دینے اور اس کو مقصود بالذات سمجھنے سے اپنے نصب العین سے دور ہو سکتی ہیں اور اعلاے کلمۃ اللہ کی منزل تو دور کی بات ہے اس کے راستے کا غبار بھی شاید ہاتھ نہ آسکے۔ یہ وہ مقصود و مدعا ہے جو انسان سے غیر معمولی ایثار و قربانی اور یکسوئی و والہانہ پن کا طالب ہوتا ہے۔ اس کے لیے زندگی کی بے شمار آسایشوں کو قربان کرنا ہوتا ہے۔ اسے شاید ڈرائنگ روم یا میٹنگ ہال میں بیٹھ کر منصوبہ بندی کی کاوشوں سے حاصل کرنا ممکن نہیں' اس کے متمنی کو گلی کوچوں میں عام ابناے جنس کے ساتھ غبار آلود ہونا پڑتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ اقوام و امم کی نشوونما ان کے نظریات و عقائد کی روشنی میں ہوتی ہے اور آنے والی نسلوں کی تخلیقی قوت انھی نظریات اور عقائد کے سہارے نمو پذیر ہوتی ہے اور انتشار و پراگندگی سے نجات حاصل کرتی ہے۔ ایک نسل کی دنیاوی محنت و مشقت کا پھل اس کی آنے والی نسلوں کو تھوڑی سی توجہ سے آسانی سے منتقل ہو جاتا ہے' لیکن جو چیز دشوار ہے وہ ہے ثقافتی و اخلاقی اقدار اور تہذیبی شناخت کو ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل کرنے میں کامیابی کا حصول۔ اس کے لیے مشینی ذرائع ابلاغ سے زیادہ شاید انسانی قلب و روح کے داخلی ذرائع ابلاغ زیادہ کامیاب و کارآمد ثابت ہوتے ہیں جن کے کل پرزے انسان کی روز مرہ زندگی میں اس کے اعمال و افعال' اس کی دوڑ دھوپ اور اس کے معاملات و برتاؤ ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اسلام کے بارے میں مغرب کئی صدیوں سے اندھا دھند غلط فہمیاں پھیلاتا رہا ہے اور مسلمانوں کا چہرہ بگاڑ کر پیش کرنے کی کوششوں میں مصروف رہا ہے۔ اس غلط پروپیگنڈے اور غلط فہمیوں کے ازالے اور صحیح معلومات کی فراہمی کا یہ سنہرا موقع ہے۔ ضروری ہے کہ مسلمانوں کے اداروں

کی تکنیکی وسائل تک بھی رسائی ہو اور وہ ذرائع ابلاغ، ترسیل معلومات اور ذرائع نشرواشاعت کے جدید ترین وسائل کو استعمال کریں۔ لیکن ایک مثالی معاشرے کی تشکیل اور فرد کے اخلاق کی رفعت سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ یہ نہایت کثیرالجہات جہد و کاوش کا طالب ہے۔ ذرائع ترسیل و ابلاغ اس سلسلے میں ایک شعبے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ میڈیا، رسل و رسائل اور ذرائع معلومات کے لیے ملت اسلامیہ کا ایک بین الاقوامی فورم وجود میں آئے۔ یہ امت مسلمہ کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اس پر یہودیوں اور اسلام دشمن افراد اور اداروں کی عالم گیر سطح پر بلاشرکت غیرے اجارہ داری ہے اور یہ عالم انسانیت کے لیے بڑی خرابیوں اور بربادیوں کا سبب بن گئی ہے۔ اس میڈیا کی کیفیت ملاحظہ ہو کہ انڈونیشیا کے تیمور کے علاقے کے سلسلے میں مغرب نے ایک کہرام برپا کر رکھا تھا اور اسی میڈیا سے چیچنیا میں روس کی فوجی کارروائی، نسل کشی اور قتل عام پر کبھی کبھی مشکل سے کچھ خبریں آتی ہیں۔ کون ہوگا جس کا دم چیچنیا کے سلسلے میں عالم اسلام کی محرومی و مجبوری پر نہ گھٹ رہا ہو۔ یہ نہایت ضروری اور مناسب اقدام ہوگا کہ جلد از جلد عالم گیر سطح پر میڈیا اور ذرائع معلومات کے لیے کوئی ادارہ وجود میں آئے اور منصوبہ بندی کر کے اور مختلف ایسے اداروں سے ضروری تعاون حاصل کر کے عالمی پیمانے پر سرگرم عمل ہو۔

یہ بھی طے کرنے کی ضرورت ہے کہ مسلم ممالک میں نجی شعبہ اور غیر سرکاری تنظیمیں کن میدانوں میں تکنیکی قوت کی حامل ہیں اور کون سی ٹکنالوجی امت مسلمہ اور مسلم ممالک کی اقتصادی حالت کو تیز رفتاری سے بدل سکتی ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمان بین الاقوامی بازار میں مقابلے کی سبقت کے حصول کے لیے ضروری حکمت عملی طے کریں اور اس کا بھی تعین کریں کہ آنے والے دنوں میں کون کون سی ٹکنالوجی ازکار رفتہ اور متروک ہو جائے گی۔

اس کے ساتھ اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آنے والے دنوں میں تیز رفتار مشینی ارتقا کے نتیجے میں معاشرے میں کیا تغیرات رونما ہوں گے اور اس کی مخلوط شناخت کیا نئے مسائل کھڑے کرے گی۔ یہ بھی سوچنے کی ضرورت ہے کہ آیندہ خلائی و ماحولیاتی ٹکنالوجی، اطلاعاتی ٹکنالوجی، توالد و تناسل کے سلسلے میں تکنیکی مہارت اور ادویہ کے شعبوں میں نئی ایجادات آنے والے دور میں انسانی معاشرے پر کیا اثرات ڈالیں گے؟ انسانوں میں انفرادیت پسندی کا غلبہ ہوگا یا وہ خاندانی زندگی کی طرف مائل ہوں گے۔ مادہ پرستی بڑھے گی یا ماحول اور معاشرے کی ضروریات کو ملحوظ رکھا جائے گا، تہذیب چھوٹے چھوٹے خانوں میں بٹ جائے گی یا عالم گیر سطح پر آفاق گیر خصوصیات کے ساتھ اس کا ارتقا ہوگا۔

یقیناً پیغمبرانہ علوم سے فیض یاب اور عالم گیر آفاقی اصولوں کے لیے بے لوث فدائیت کا جذبہ رکھنے والے اہل نظر ان سوالات کا جواب ڈھونڈ سکتے ہیں اور ان چیلنجوں کا آسانی سے سامنا کر سکتے ہیں، انھیں اس طرف توجہ کرنا چاہیے۔